© rasailojaraid.com

مولانا برق التوحیدی

اسلام کا قانونِ سرقہ (۴)

(بسلسلہ تعزیرات اسلام)

ہم پہلی اقساط میں متعدد مرتبہ یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ فقہ علی العموم اس قابل نہیں کہ اسے آج کے معاشرہ میں من وعن نافذ کر دیا جائے لیکن فقہ حنفی کی شان تو کچھ نرالی ہی ہے کہ جس کی بنیاد ۵۰ فی صد حیلہ سازی پر ہے اور حیل کے ذریعے مجرم کو "ادرؤا" کے پردہ میں تحفظ بخشا جاتا ہے لیکن نا معلوم ہمارے مہربان ایسی حیلہ سازی کو ختم کرنے کی بجائے الٹا امام بخاریؒ وغیرہ ائمہ محدثین کو کیوں کوستے ہیں کہ انھوں نے ان پہلوؤں کی نشان دہی فرما کر عامۃ الناس کی رہنمائی و خیر خواہی کے جرمِ عظیم کا ارتکاب کیوں کیا؟ یہی رونا ہمارے مہربانوں کو مولانا آزاد پہ ہے کہ تذکرہ کے وہ صفحات زخم پہ نمک سے کم نہیں۔ لیکن حقیقتاً ہم اس فقہ سے بیزار ہیں جس کا تمام تر محور و مدار کتاب الحیل ہی ہو

سہ ما اہل حدیثیم دغا را نہ شناسیم

حدیث نبی چوں و چرا نہ شناسیم

اور سہ صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ و فن نیست

چنانچہ حیلہ سازی کی مثال ملاحظہ فرمائیے کہ قاضی صاحب دفعہ ۳۰۸ کے ضمن میں فرماتے ہیں "محفوظ مقام سے مال کو باہر نکالنے سے قبل ہلاک کرنا موجبِ ضمان ہوگا۔" یعنی اگر محفوظ مقام سے نکالنے سے پہلے سارق مال ہلاک کر دے تو اس پر حد نہیں ضمان ہوگا اور ہلاک متصور ہونے کی صورتیں درج ذیل بتائی گئی ہیں۔

۱۔ روپیہ پیسہ یا کوئی چیز نگل کر سارق محفوظ مقام سے باہر آجائے۔

۲۔ کسی جانور کو ذبح کر کے محفوظ مقام سے باہر لائے۔

۳۔ کپڑا وغیرہ پھاڑ دیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت سرقہ سے کم ہو گئی پھر اس کو محفوظ جگہ سے باہر لایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب صاحبِ عقل یہ بات محسوس کر سکتا ہے کہ مندرجہ بالا صورتوں میں مسروق منہ کی بہ نسبت سارق کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے اور موہومہ و مفروضہ صورتوں کے پیشِ نظر آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ایسے احکام صادر فرمانے کی غرض اس وجہ سے کوشش کی گئی ہے کہ کہیں فقہ حنفی پر یہ الزام نہ آجائے کہ وہ اب فرسودہ ہو چکی ہے ایک ہزار سال بعد قانون کی حیثیت سے وہ کام نہیں دے سکتی حالانکہ یہ خصوصیت صرف شریعت (ارشاداتِ انبیاء اور فرامینِ پیغمبر) ہی کو حاصل ہے کہ وہ کسی دور میں ناکام نہیں ہو سکتی۔ درحقیقت یہی پس منظر ان تمام فقہی موشگافیوں کا ہے گویا یہ بھی ایک غیر معصوم پیغمبر کی شریعت ہے جو تا قیامت قابلِ عمل ہے حالانکہ یہ نظریہ سراسر ارتداد ہے آپ اسے یکے از کرشمہ ہائے تقلید سمجھیے کہ ایک شخص کسی گھر سے بہ نیتِ سرقہ بقدرِ نصاب سونا نگل لیتا ہے یا مروجہ کرنسی بقدرِ نصاب نگل لیتا ہے یا کوئی حجم والی چیز بقدرِ نصاب اور قیمتی چیز پیٹ میں ڈال لیتا ہے یا کم از کم وہ بلا ضرورت کھانے پینے والی چیز بقدرِ نصاب کھا لیتا ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ جب کہ آج کل ایسی متعدد صورتیں سامنے آ چکی ہیں کہ سارق نگلے ہوئے مال کو منہ کے ذریعہ یا فضلہ کے راستہ خارج کر سکتا ہے بلکہ اگر اتنا سونا یا کرنسی وہ اپنی فنی مہارت کی بنا پر نگل لے جس سے اسے خاطر خواہ فائدہ ہو تو وہ یقیناً اسے اپریشن کے ذریعہ نکالنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس پر حد کیوں نہ جاری ہوگی؟

اسی طرح اصحابِ خرد کو یہ بات بھی دعوتِ غور و فکر دیتی ہے کہ ایک شخص کسی گھر سے بکری یا مرغیاں ذبح کر کے لے جاتا ہے تاکہ وہ آواز وغیرہ نہ نکالے یا کسی اور مفاد کے پیشِ نظر تو اس پر حد کیوں نہ ہوگی۔ کیا جانور کو زندہ لے جانے والے سارق کا یہ جرم ہے کہ اس نے جانور کو زندہ کیوں رکھا؟ یا مسروق منہ کو پہلی صورت میں منفعت حاصل ہونے کی توقع ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی بڑی عجیب ہے کہ اگر ایک شخص بالفرض ایک سو گز کپڑا بقدرِ نصاب اٹھاتا ہے اور وہ اس کے متعدد ٹکڑے کرتا ہے یا اس میں سوراخ کر دیتا ہے یا داغ لگا دیتا ہے تاکہ وہ اس حیلہ کے ضمن میں آجائے، تو ان صورتوں میں کپڑے کی قیمت یقیناً کم ہو جائے گی جس کی وجہ سے وہ نصاب سے کم ہوگا۔ لیکن اس پر حد کیوں نہ ہوگی؟

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ آخر اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح جرائم پیشہ لوگوں کی جان بخشی کروائی جائے جو کہ بنفسہٖ ایک کبیرہ جرم ہے اور ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ کا خلاف ہے! حالانکہ اس ضمن میں موصوف کو یہ حقیقت مدِ نظر رکھنا چاہیے تھی کہ اس میں اعتبار مسروق منہ کا کیا جانا چاہیے کہ مال کی ہلاکت میں نقصان یا عدم نقصان کا تعلق تو مسروق منہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے سارق سے نہیں۔ جبکہ سارق کا تعلق صرف ارتکاب جرم سے ہوتا ہے۔ یا کم از کم موصوف کو ان لغزشات سے مامون رہنے کے لیے ہلاکت کا یہ مفہوم متعین کرنا چاہیے تھا کہ جو مال ہلاک ہونے کے بعد نہ سارق کے لیے نفع بخش رہے نہ مسروق منہ کے استعمال کے قابل رہے۔ مثلاً انڈے وغیرہ یا اسی قسم کی اور کوئی مائع وغیرہ چیز ہو جو ہلاکت کے بعد فریقین کے لیے سود مند نہ رہے!

لیکن مال مسروق کے سارق کو فائدہ پہنچانے کی صورت میں تو اسقاطِ حد کا تصور تعطیلِ حدود کے مترادف معلوم ہوتا ہے!

قولہ: قطع الطریق کی سزا نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں۔

۱۔ راہزن مسلح ہوں یا یں صورت کہ راہزنی کرنے وقت مسافر ان کے مقابلہ کی سکت نہ رکھتا ہو۔

۲۔ اس جرم کا ارتکاب ایسے مقام پر ایسے وقت میں کیا گیا ہو کہ مسافر کی فریاد رسی عموماً ان حالات میں نہ کی جا سکتی ہو۔ (دفعہ ۲۱)

اقول: ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی محض رکیک زنی ہے جس میں دلائل کا کوئی وزن نہیں کیونکہ اولاً تو مسافر کے مسلح یا باسکت ہونے کی شرط لگانا ویسے ہی ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ زنا اس وقت متحقق ہوگا جب کہ عورت زیورات سے مزین بھی ہو ——— اور پھر ہر مسافر کا باسکت ہونا تو ویسے بھی ممکن نہیں جس کی بنا پر قاضی صاحب کو چاہیے کہ وہ ان تکلفات سے محفوظ رہنے کے لیے ویسے ہی حدود میں سے قطع الطریق کو خارج فرما دیں کہ ؎

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

نیز قاضی صاحب نے خود جو بواسطہ ہدایہ قطع الطریق کی جو تعریف کی ہے وہ اگرچہ دوسری کتب سے ملتی جلتی ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط نہیں کہ مقطوع منہ کا باسکت ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ کاسانی حنفی نے قطع الطریق میں اسے مسقطِ حد قرار نہیں دیا۔ جب کہ انھوں نے باقی تمام ان اسباب کا ذکر کیا ہے جو کہ سرقہ میں اسقاطِ حد کے لیے بیان کیے جاتے ہیں بالخصوص جبکہ اس کی نوعیت سرقہ سے کہیں سخت ہے جیسا کہ قرآن حکیم کی آیات سے بھی واضح ہے اور تقریباً یہی نوعیت مسافر کی فریاد رسی کی ہے جیسا کہ خود قاضی صاحب کی تشریح ۲ سے معلوم ہوتا ہے۔

قولہ: راہزنی اگر آپس میں قطع الطریق کریں تو ان پر حدِ قطع الطریق نافذ نہ ہو گی (دفعہ ۲۱ شرط ۶)

اقول: قاضی صاحب کا یہ فیصلہ بھی کسی طرح عجوبۂ روزگار سے کم نہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب اس کی تشریح بھی فرما دیتے تا کہ ہمیں معلوم ہو سکتا کہ اس کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے؟ کس نصِ صریح پر اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنیاد ہے؟ لیکن سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کسی اور طرف چلے جب کہ یہ بات واضح ہے کہ اگر ایک شخص کسی کو قتل کرنے کی نیت سے جاتا ہے لیکن راستے میں وہی شخص یا کوئی اور اسے قتل کر دے تو مقتول کے قاتل پر حد جاری ہو گی کیا قاضی صاحب اس قاتل کو بھی بری کرنے کی جسارت فرمائیں گے؟

بعینہٖ یہی نوعیت اس واردات کی ہے کہ ان کا آپس میں ٹکراؤ ہونا ایک اتفاقی امر ہے جس سے مجرموں کے جرم میں تخفیف نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے کہ فریق ثانی بھی قاطع الطریق ہی تھا تو اسے تعزیر و توبیخ ہو سکتی ہے لیکن اصل مجرم سے حد کو ساقط کرنا کسی طرح بھی درست نہیں نہ شرعی طور پر نہ اخلاقی اعتبار سے! قارئین کو یاد ہو گا کہ قاضی صاحب اس سے پہلے یہ بھی فرما چکے ہیں کہ چوری شدہ مال کی چوری سرقہ متصور نہیں ہو گی اور سارق سے حد ساقط ہو جائے گی۔ ان فقہی موشگافیوں پر ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے ؎

دل ہمہ داغدار شد ــــــ پنبہ کجا کجا نہم

قولہ: اگر عورت بھی قطع الطریق کے جرم کی مرتکب ہو تو اس کو سولی کی سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ باقی سزائیں دی جائیں گی۔ (دفعہ ۲۳ سزا نمبر ۲، ترجمان القرآن اپریل ۱۹۷۸ء)

اقول: ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ قاضی صاحب نے اس کی بنیاد کس حدیث یا اصل کو بنایا ہے؟ اور جب درمختار (قاضی صاحب جس کا ترجمہ فرما رہے ہیں) کی طرف رجوع کیا گیا تو وہاں بھی (لانہا لا تُصلب کے علاوہ کچھ نہ ملا حالانکہ یہ مسئلہ حدود اللہ کا ہے جس میں ترمیم و تنسیخ کا حق یقیناً کسی کو حاصل نہیں اور یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ عورتوں کو مردوں سے احکام میں الگ کر دیا جائے اور اس سلسلہ میں یقیناً بڑی احتیاط کی ضرورت ہے جس کا قاضی صاحب مظاہرہ کرنے میں ناکام رہے ہیں جبکہ ایک طرف قاضی صاحب فقہ حنفی کے حوالہ سے اس بات کے قائل ہیں کہ اگر قطاع الطریق میں عورت بھی ہو تو تمام سے حد ساقط ہو جائے گی تو نہ معلوم اس عورت سے فقہ حنفی یا قاضی صاحب کی کون سی عداوت ہے کہ علی الاطلاق صنفِ نازک کا لحاظ نہ رکھا گیا بلکہ سُولی کے علاوہ تمام حدود کے اجرا کا فتویٰ صادر فرما دیا۔

اور اگر اس سلسلہ میں تقاضا ہائے صنفِ نازک کی آڑ لی جائے تو اس کو صنفِ نازک بھی باحسن طریق انجام دے سکتی ہے اور رجم کے واقعات بھی ایسی ہر صورت کی تردید کے لیے کافی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سردست ہم اس سلسلہ پر کچھ کہنے کی بجائے اصل مسئلہ کو سامنے لاتے ہیں کہ عورت اور مرد میں اس سلسلہ میں کچھ فرق ہے یا نہیں جس کے بعد امید ہے کہ قارئین کرام مذکورہ صورت کا خود ہی تجزیہ کریں گے کہ وہ کس حد تک صحیح ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں احناف کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان فرق ہوگا اور عورت پر حد قائم نہیں کی جائیگی جب کہ دوسرا فریق اس بات کا مدعی ہے کہ مرد اور عورت اس حکم میں برابر ہیں۔ چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ومنها الذكورة — في ظاهر الرواية حتى لو كانت في القطع امرأة فوليت القتال وأخذت المال دون الرجال لا يقام الحد عليها في الرواية المشهورة وذكر الطحاوي رحمه الله وقال النساء والرجال في قطع الطريق سواء وعلى قياس قوله تعالى يقام الحد عليها وعلى الرجال (البدائع والصنائع ص ۹۲ ج ۷)

علامہ ابن الہمام حنفی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

نص في الأصل على أن العبيد والمرأة في حكم قطع الطريق كغيرهما أما العبد فظاهر وأما المرأة فكغيرها في السرقة الكبرى في ظاهر الرواية وهو اختيار الطحاوي (فتح القدير ص ۲۸۵ ج ۴)

یہاں سرقہ کبریٰ سے مراد قطع الطریق ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ:

قلت وبيانه أن قطع الطريق سمي سرقة الكبرى۔

ابن الہمام کہتے ہیں کہ:

فيقال السرقة الكبرى ولو قيل السرقة فقط لم يفهم أصلاً (فتح القدير ص ۲۶۶ ج ۴)

بہرحال ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ احناف کے اس مسئلہ میں دو گروہ ہیں لیکن یہ بات کسی نے نقل نہیں فرمائی کہ اسے سولی دیا جائے یا نہیں؟ اگر دیا جائے گا تو کیوں اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ؟ کیونکہ اگر تفریق ثابت ہو جائے تو باقی سزائیں بھی معطل تصور ہوں گی۔ اگر یہ امتیاز ثابت نہ ہو سکے تو پھر اسے اضطراب ہی کہا جا سکتا ہے۔ یہی وہ اصل ہے جسے اگر قاضی صاحب پیش نظر رکھتے تو وہ یقیناً صرف درمختار پر ہی بھروسہ نہ کرتے اور یوں وہ عورت کے متعلق قرآن و حدیث کے خلاف غیر ذمہ دارانہ فتویٰ صادر نہ فرماتے۔

یاد رہے جو فریق امتیاز کا قائل ہے اس کے ہاں جو وجہ امتیاز ہے وہ بھی قابلِ دید ہے جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہم قارئین کو محروم رکھنا فقہ حنفی سے زیادتی خیال کرتے ہیں لہٰذا اسے بھی ہدیۂ قارئین کرتے ہیں کہ وہ بھی محظوظ ہوں چنانچہ علامہ کاسانی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

وجہ الروایۃ المشهورۃ ان رکن السرقۃ وھو الخروج علی المارۃ علی وجہ المحاربۃ والمغالبۃ لا یتحقق من النساء عادۃ لرقۃ قلوبھن وضعف بنیتھن فلا یکن من اھل الحرب (البدائع والصنائع ص ۹۲ ج ۹)

شاید موصوف چھٹی صدی میں ہونے کی وجہ سے اس بات سے ناآشنا تھے کہ آج تو عورتوں کی نورسیں ہیں اور نبی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عورتیں اتنی دلیر تھیں کہ افواج کے ہمراہ ہوتیں اور بسا اوقات مردوں سے بھی زیادہ دلیری کا مظاہرہ کرتیں۔ لہٰذا علی الاطلاق عورتوں کے متعلق یہ مفروضہ قائم کرنا بالخصوص آج کی دنیا میں درحقیقت مذہب حنفی کی خاطر حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ جبکہ قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دور عورتوں کے حقوق کا دور ہے ــــ مزید براں تعجب اس بات پر ہے کہ علامہ کاسانی عورت کو سرقہ کے ضمن میں مانع قرار نہیں دیتے یعنی اس وقت عورت دلیر ہوتی ہے؟ یا پھر بزدل بھی چوری کر سکتا ہے؟ پھر اس بات پر پردہ پوشی بھی وقت اور اسلام کی ترجمانی نہیں کہ اگر عورت ــــ عورتوں پر قطع الطریق کرے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ نیز علامہ کاسانی خود تسلیم کرتے ہیں کہ

وجہ الفرق لہ ان امتناع الوجوب علی المراۃ لیس لعدم الاھلیۃ لانھا من اھل التکلیف (البدائع ص ۹۳ ج ۹)

اب نہ معلوم اہلیت کے باوجود اس سے اس فعل کا صدور کیونکر ناممکن ہے جبکہ محاربت باللہ والرسول اور سعی فساد فی الارض کا صدور عورت سے عین ممکن ہے۔

اس کے بعد ہم اس بحث کو علامہ ابن عابدین حنفی کے اس قول پر ختم کرتے ہیں جو یقیناً اس سلسلہ میں فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے آپ فرماتے ہیں:

ان المراۃ کالصبی و ھو ضعیف والجمع مصاو منہ لاطلاق القرآن فالعجب ممن عدل عن ظاهر الروایۃ کصاحب الدرایۃ والتجنیس والفتاوی الکبریٰ وغیرہ الخ (ص ۱۱۷ ج ۴)

بہرکیف ہمیں تو افسوس اور تعجب اس بات پر ہے کہ یار لوگوں نے مسلک امام اور مذہبی حمیت کے پیش نظر قرآن وحدیث کی مقرر کردہ حدود میں ترمیم و تنسیخ کے عمل جراحی کو کس دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی سے جاری رکھا اور رکھا ہوا ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تنبیہ :- پہلی دونوں عبارتوں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ علامہ کاسانی نے عدم امتیاز کے قائلین کی بات کو ظاہر الروایۃ کہا ہے جبکہ علامہ ابن الہمام وغیرہ نے اہل تفریق کی بات کو ظاہر الروایہ کہا ہے اب یہ اصطلاحی گتھی اختلاف ہی کو سلجھانا ہوگی کہ کون سا قول ظاہر الروایہ ہے؟

لیکن ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ ردالمختار میں موصوف یوں رقم طراز ہیں کہ:

(قولہ ظاہر الروایۃ) کذا نص علیہ فی المبسوط وھو اختیار الطحاوی خلافا للکرخی۔

اس کے بعد ابن عابدین فرماتے ہیں کہ:

قولہ ھو المختار ۔ قال فی الشرنبلالیۃ ھذا غیر ظاھر الروایۃ ..... وھو کذلک مبنی خلاف ظاھر الروایۃ (ردالمختار ص۱۱۷ ج۴)

اس کے بعد ان کا اپنا عجیب ریمارکس ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ:

قلت فکان ینبغی للشارح عدم ذکر ھذین النوعین لمخالفتھما لما مشی علیہ المصنف من ظاھر الروایۃ (ردالمختار ص۱۱۷ ج۴)

کاش کہ قاضی صاحب بھی اس اختلاف کو سمجھتے اور اس فرع کو پس پردہ ہی رہنے دیتے کہ فقہ حنفی کی عزت و عافیت ہی اسی میں ہے۔ بہر حال اختلاف کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کونسی بات ظاہر الروایہ ہے۔

قولہ : اگر اس نے مال نصاب سرقہ سے کم لیا ہو اور ساتھ قتل بھی کیا ہو تو مجرم کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ (دفعہ ۲۳۔ سزا ۵)

اقول : بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل نہیں کرتا تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی گویا کہ یہ صورت محاربت اور فساد فی الارض کی مصداق نہیں کہ اس پہ سزا قصاص کی بجائے حد کے طور پر جاری کی جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب نے دفعہ ۲۳ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ آخری دو سزا اول (۵-۶) کا شمار حد میں نہیں کیا جائے گا" یعنی خواہ اس کا جرم کتنا گھناؤنا یا بالتکرار ہوا سے قتل کی سزا نہیں دی جا سکے گی۔ جیسا کہ قاضی صاحب کی بیان کردہ سزا ۵ سے معلوم ہوتا ہے اور یہاں بھی نصاب سرقہ کی قید لگا کر در حقیقت ایسے مفسدین کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جس کے قلوب و اذہان میں لوگوں کے اموال و اعراض کا کوئی مقام و احترام نہیں ہوتا جبکہ فساد فی الارض کا تحقق نصاب سرقہ سے کم میں بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ خود قاضی صاحب کی تشریحات سے بھی مترشح ہوتا ہے اور تعجب ہے کہ یہاں بھی سرقہ کی طرح کہا گیا ہے کہ اگر ہر ایک کے حصہ میں دس درہم نہ آئیں تو کسی پر حد نہ ہوگی (البدائع ص۲۸۶ ج۹) جس کا مطلب یہ ہوا کہ دس ڈاکو اگر ننانوے درہم ہتھیالیں تو کسی پر حد نہیں ہوگی۔ حالانکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرقہ کی طرح محاربت میں مال کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ علامہ قرطبیؒ ابن خویز منداد سے نقل کیا ہے کہ:

"ولا یراعی المال الذی یاخذہ المحارب نصابا کما یراعی فی السارق (قرطبی ص ۱۵۲ ج ۶)

اور یہی بات امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ:

لیس حد المحاربین مثل حد السارق والمحارب اذا اخذ المال قلیلا او کثیرا فھو سواء (ملاونہ ص ۳۰ ج ۶)

یہ بات علامہ قرطبیؒ نے امام مالک سے اپنے الفاظ میں کہی ہے اور اس کو صحیح مسلک قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ نصاب سرقہ کی تعیین (ربع دینار) تو کی ہے لیکن حرابت کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا چنانچہ خواہ ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو اس پر بھی محاربت کا حکم جاری ہوگا۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔

وقال مالک یحکم علیہ بحکم المحارب وھو الصحیح فان اللہ تعالیٰ وقت علی لسان نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القطع فی السرقۃ فی ربع دینار ولم یوقت فی الحرابۃ شیئا بل ذکر جزء المحارب فاقتضی ذلک توفیۃ الجزاء لھم علی المحاربۃ عن حبۃ ...... وکیف یصح ان یقاس المحارب علی السارق الخ (تفسیر قرطبی ص ۱۵۴ ج ۶)

غرضیکہ مال کثیر ہو یا قلیل اور نہ بھی ہو اور صرف ڈرانے دھمکانے اور ضرب وتشدد سے بھی قطع الطریق کا تحقق ہو جاتا ہے۔ بنا بریں دس درہم کی قید لگانا قرآن وحدیث پر بے جا زیادتی واضافہ کے مترادف ہے اور شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ کا مصداق ہے۔

قولہ: اس لیے فقہاء نے اس سزا کا مستحق اس جماعت یا فرد کو قرار دیا ہے جو مسلح ہو کر عوام پر ڈاکہ ڈالے۔ (دفعہ ۱۲۱ ص ۸۲)

اقول: اس جگہ بھی اسلحہ کی قید کسی نص پر مبنی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جس طرح تحقق قطع الطریق کے لیے تعداد قطاع کا کوئی اعتبار نہیں اسی طرح قطاع کی حیثیت و نوعیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں وہ مسلح ہوں یا نہ ـــــ حکم میں یکساں ہوں گے کیونکہ اس کا تحقق اسلحہ کے بغیر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی رحمطراز ہیں کہ:

سواء کان القطع بسلاح او غیرہ من العصا والحجر والخشب ونحوھا لان القطع الطریق یحصل بکل من ذلک (البدائع والصنائع ص ۲۸۳ ج ۹)

خیال رہے کہ قاضی صاحب نے دفعہ ۱۵ کے ضمن میں لکھا ہے کہ اگر ترقتل اس نے آلہ جارح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی لوہے کے ہتھیار سے کیا ہو تو مقتول کے ورثاء کو قصاص لینے کا حق ہے ورنہ نہیں۔" ہم اس بات کی سطحیت اور مبنی بر جہالت ہونے سے قطع نظر یہ کہتے ہیں کہ گویا مسلح سے ان کی مراد لوہے کا اسلحہ ہے حالانکہ قتل وغیرہ بتحقیق دوسری چیزوں سے بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ قاضی صاحب نے آگے چل کر تصریح کی ہے لیکن نا معلوم اس کے باوجود قصاص و دیت کی تفریق کسی نص صریح یا اصل پہ مبنی ہے۔

احناف نے سلاح سے جو تلوار وغیرہ مراد لی ہے ان کی بنیاد ان احادیث پر معلوم ہوتی ہے کہ:

۱۔ عن ابن الزبیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شہر سیفہ ثم وضعہ فدمہ هدر

۲ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمل علینا السلاح فلیس منا (محلی ابن حزم ص ۳۰۷ ج ۱۱)

لیکن حافظ ابن حزم ان آثار کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

فهذا كله حق وآثار صحاح لا يضرها ايقاف من اوقفها الا انه لا حجة فيها لمن قسم المحارب الا من حارب بسلاح لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذكر في هذين الاثرين من وضع سيفه وشهر سلاحه فقط وسكت عما عدا ذلك فيهما ولم يقل عليه السلام ان لا محارب الا من هذه صفته (محلی ص ۳۰۷ ج ۱۱)

اس کے بعد علامہ موصوف نے دوسرے فریق کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

فصح ان كل حرابة بسلاح او بلا سلاح سواء ..... ونحن نشهد بشهادة الله تعالى ان الله سبحانه لو اراد ان يخص بعض هذه الوجوه لما اغفل شيئا من ذلك ولا نسيه ولا اعنتنا بتعمد ترك ذكره حتى يبينه لنا غيره بالتكهن والظن الكاذب.

(محلی ابن حزم ص ۳۰۸ ج ۱۱)

بہرحال محولہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی تخصیص نہیں فرمائی اور نہ ہی محاربت کو "سلاح" کے ساتھ مقید کیا ہے اور سلاح کو لوہے کے ساتھ خاص کرنا اسی طرح ہے کہ کوئی شخص 'سلاح' کا اطلاق صرف تلوار پر ہی کرے۔ نیز یہ لغت سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہوگا، جبکہ اہل لغت نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ "السلاح" ہر اس آلہ کو کہتے ہیں جو لڑائی میں استعمال ہو۔ چنانچہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں کہ "السلاح اسم جامع لآلة الحرب" علامہ زبیدی تاج العروس میں رقم طراز ہیں کہ "وفی المصباح ما یقاتل بہ فی الحرب ویدافع"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب منجد لکھتے ہیں کہ اسم جامع لآلات الحرب والقتال یذکر ویؤنث بنا بریں سلاح کی تقیید و تعیین اصولی نقطۂ نظر سے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے دفعہ ۲۵ کے تحت انہی روایتی حیلہ سازیوں کا جال بچھایا ہے جن کا ذکر ہم ثبوت سرقہ کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ یہ تمام فقہ حنفی کی کرشمہ سازیاں ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ہیں جن کا مقصد جرائم کے ذریعہ خدا کی زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔ شاید فقہ حنفی ان لوگوں کی وکالت میں اس وجہ سے پیش پیش ہے کہ اس طرح اسے عروج و شہرت نصیب ہو گی کہ وہ اپنے کام میں مشغول رہیں اور ہماری اپنے کام کو جاری رکھنے کی پالیسی کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ قاضی صاحب سقوط حد کی صورتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرما ہیں کہ:

۱۔ مجرم گرفتاری سے قبل رہزنی سے توبہ کرے۔

۲۔ مستغیث یہ کہہ دے کہ ملزم کا اقرار جھوٹا ہے۔

۳۔ اقرار جرم کرنے والا اقرار سے رجوع کرے۔

۴۔ مستغیث گواہوں کو جھوٹا قرار دے۔

۵۔ ملزم مال کا مالک بن جائے۔

یاد رہے احناف نے سقوط حد کی ایک صورت یہ بھی پیش کی ہے کہ اگر ڈاکوؤں کی جماعت میں عورت یا کوئی مرفوع القلم ہو تو کسی پر بھی حد نہیں ہو گی اسی قسم کی ایک شق آپ پہلی اقساط میں پڑھ چکے ہیں۔

اب ہر آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ کس حد تک منشاء شریعت ہے اور کہاں تک انھیں تحفظ مال میں دخیل قرار دیا جا سکتا ہے؟ لیکن نہ معلوم درایت کو روایت پر ترجیح دینے والوں کا آرگن ان نظریات کی اشاعت میں کیوں اتنی دلچسپی رکھتا ہے جب کہ یہ تمام صورتیں اور دیگر جزئیات سراسر درایت محمدی کے منافی ہیں۔ شاید ان کے ہاں معیار درایت کو دوری ہو؟ اور کیا یہی "خدا کی زمین پر خدا کا قانون" ہے؟

قولہ: حد کے ساقط ہونے کے بعد قصاص اور مال کی ادائیگی کا مطالبہ صرف جرم کے مرتکب سے ہو گا اس کے مددگار (اعانت کرنے والے) سے نہ ہو گا۔ (دفعہ ۲۶ جزو ق)

اقول: نہ معلوم قاضی صاحب کے ہاں سقوط حد کے بعد مجرموں کی تفریق کس قاعدے پر مبنی ہے حالانکہ سقوط حد کے بعد قصاص یا مال کا مطالبہ بے معنی معلوم ہوتا ہے یعنی اگر قصاص وغیرہ ہے تو سقوط حد کیا؟ اگر سقوط حد ہے تو قصاص کا مطالبہ کیوں؟ اور ہماری اس بحث کو اگر دفعہ ۲۳

© rasailojaraid.com

سے ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تمام کچھ محض "اِنَّهُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ" کا مصداق ہے۔

حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ اگر قصاص یا مال کا مطالبہ ہو سکتا ہے تو پھر تمام شر کا بدلے مساوی کیا جائے جیسا کہ اجماعِ حد میں وہ مساوی مقام رکھتے ہیں جیسا کہ قانونی صاحب خود بھی لکھتے ہیں کہ "بلکہ بر جرم ڈاکوؤں کی جماعت میں سے ایک سے بھی صادر ہو گیا ہو تو پوری جماعت کو قتل یا سولی یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا دی جائے گی (صـ۸۲) اب اسے تضاد کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ بدکاری کی ناحق اعانت اور حوصلہ افزائی ہے اور مرتکب پر ظلم و زیادتی ہے اور کیا باقی تمام دودھ پینے والے مجنون ہیں ؟

(مسلسل)

عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی

آثار بھی رہیں گے نہ تیرے مزار کے

دو روز گلستانِ دہر میں گزار کے
ہم جا رہے ہیں بازیٔ اعمال ہار کے

ارض و سما و دشت و گلستان مہر و ماہ
آثار ہیں یہ قدرتِ پروردگار کے

گُل مسکرا رہے ہیں عنادل ہیں نغمہ سنج
پیچھے لگی ہوئی ہے خزاں بھی بہار کے

پایا ہے اُس نے اپنی رگِ جاں سے بھی قریب
دیکھا ہے جس نے جب بھی خدا کو پکار کے

نام اُن کا گونجتا ہے اذانوں میں رات دن
چرچے ہیں شہر شہر مرے شہر یار کے

کل تک بنے ہوئے تھے درندے جو بدسرشت
بیٹھے ہیں آج سادھوؤں کا روپ دھار کے

وقفِ الم ہے ان کا ہر اک لمحۂ حیات
خطرات جن کے دل میں ہیں روزِ شمار کے

جن کی غذائے روح تھی احساسِ اقتدار
کیسے سکوں انہیں ہو بجز اقتدار کے

آتی نہیں صدا بھی کوئی اُن کی قبر سے
رکھا تھا جن کو خانۂ دل میں اُتار کے

مٹ جائے گا تو صفحۂ ہستی سے اس طرح
آثار بھی رہیں گے نہ تیرے مزار کے

عاجزؔ زمیں کی گود میں جانا ہے ایک دن
پشتِ زمیں پہ چل نہ تو سینہ ابھار کے

★